مولانا شہاب الدین ندوی انڈیا

حیاتِ ثانی کا ثبوت سائنسی نقطۂ نظر سے

(۲)

۱۹۵۰ء میں پہلی مرتبہ ایک طاقتور خوردبین کے ذریعہ خلیہ کے اندرونی تغیرات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ جو کسی چیز کو ایک لاکھ گنا بڑا کر کے دکھا سکتی تھی۔

خلیہ کے اندر سبز ذرات کے علاوہ رائبوسوم RIBOSOME اور مائٹوکانڈریا MITOCHONDRIA وغیرہ کئی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اور ان سب کا الگ الگ عمل ہوتا ہے۔ مگر سب سے زیادہ پراسرار عمل خلیہ کے مرکزہ NUCLEUS میں ہوتا ہے جس میں زندگی کا "وراثتی مادہ" یعنی کروموسوم CHROMOSOME لڑیوں کی شکل میں پایا جاتا ہے اور اس کی تشکیل میں بیس سے زیادہ امینو ترشے AMINO ACIDS حصہ لیتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس میں کسی بھی نوع کی تمام "وراثتی خصوصیات" موجود ہوتی ہیں۔ اور ہر خلیہ نئے خلیوں کی تشکیل میں (جو خود بخود دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے) اسی کی "فوٹو کاپی" کرتے ہوئے اپنا "مثنیٰ" تیار کرتا ہے۔ اور ایک ماہر حیاتیات کی اس موضوع پر تنقید بھی گزر چکی ہے۔ کہ جسم کروموسوم (جین کے مجموعے) کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔ کہنے کی بہ نسبت اسے خدا کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے کہنا زیادہ معقول ہے۔

بہرحال اگر کروموسوم اور جین کا نظریہ صحیح ہے کہ اس کے ذریعہ وراثتی خصوصیات ایک نسل سے دوسری نسل تک برابر منتقل ہو رہی ہیں۔ تو گویا سائنس مادیت کے خلاف اور "اعادۂ اجسام" کے ممکن الوقوع ہونے پر ایک سائنٹیفک ثبوت خود فراہم کر رہی ہے۔ اب اس موقع پر اس بحث کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ ابتداءً ہر نوع میں یہ "کروموسومی خصوصیات" کیسے پیدا ہوگئیں۔ اور ان کا خالق کون ہے؟ اور یہ سوال بالکل ایسا ہی ہے جیسے پہلے مرغی پیدا ہوئی یا انڈا؟ بیج پہلے پیدا ہوا یا درخت؟ نر پہلے پیدا ہوا یا مادہ؟ (اس قسم کے سوالات کو سائنس کسی صورت میں حل نہیں کر سکتی) مگر جدید سائنس کو اتنا ضرور تسلیم ہے کہ ہر نوع میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے نوعی خصوصیات نسل در نسل برابر منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔ اگرچہ سائنس دانوں نے اس نظریہ پر زور اس لئے دینا شروع کیا ہے کہ انہیں ایک اخلاقی ہستی کے وجود سے اپنا دامن بچانا پڑے۔ مگر اس کے باوجود مسائل حل نہیں ہو پا رہے ہیں۔ بلکہ وہ اور زیادہ

الجھ گئے ہیں۔ لیکن اگر ہم بالفرض یہ تسلیم کر لیں کہ جین اور کروموسوم کا عمل بالکل ویسے ہی ہے جیسا کہ موجودہ سائنس دان اس کی تشریح کرتے ہیں۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے جیسے دیگر بہت سی طبیعی قوانین بنائے ہیں ویسے یہ بھی ایک قانون ہو گا۔ کیونکہ وہ یا ضابطہ قوانین ہی کے ذریعہ اپنی مخلوقات کو چلاتا ہے جیسا کہ اس اصول کی تشریح پچھلے ابواب میں گذر چکی ہے۔

وخلق كل شيء فقدره تقديراً

اس نے (اس کائنات کی) ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا ایک (طبیعی) ضابطہ مقرر کیا (فرقان ۲)

مگر پھر بھی جین GENE [۹] اور کروموسوم کے جو نظریات پیش کئے جاتے ہیں ان سے مظاہر قدرت کی کامل تشریح نہیں ہوتی اور اس سلسلے کے معمے حل نہیں ہوتے۔ واقعہ یہ ہے کہ جین اور کروموسوم کی دنیا انتہائی پیچیدہ ہے جسے سائنس دان اب تک پوری طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ چنانچہ جین کی تشکیل جس مادہ سے ہوئی ہے اسے DNA کہا جاتا ہے اور یہ چار قسم کے ہوتے ہیں اگر ان مادوں کے اجتماع کی صحیح کیفیت اب تک نامعلوم ہے، جیسا کہ ایک ماہر حیاتیات اعتراف کرتا ہے۔

It was still not known, however, exactly how these four kinds of building units are joined to form DNA.(10)

یہی مصنف مزید تحریر کرتا ہے کہ DNA کی دو چینوں (یا سلسلوں) کا اشتراک محض اتفاق کی بات نہیں ہے

The association of the two chains is by no means haphazard.(11)

ایک اور ماہر حیاتیات خلیہ کے اندرونی عمل کے بارے میں دنیائے سائنس کے لئے ناکافی معلومات کا اعتراف اس طرح کرتا ہے:۔ (۹ نا ۱۱ ۱۲ حاشیہ

واقعہ یہ ہے کہ سائنس کی ہمہ جہتی ترقی کے باوجود "حیاتیاتی کیمیا" کے باب میں انسان کا علم بالکل ابتدائی قسم کا ہے چنانچہ یہی مصنف تحریر کرتا ہے کہ ابھی اس سلسلے کے بہت سے فعلیاتی اور کیمیائی معمے حل کرنے باقی ہیں جو ہمارے سامنے صف باندھے کھڑے ہیں۔

۹ جین کروموسوم کا ایک یونٹ ہے جو DNA کے چند سالمات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ "جینیاتی دنیا" ایک ایسی کیمیائی زبان میں لکھی ہوتی ہے جو چار قسم کے "کیمیائی مرکبات" کا مجموعہ ہے۔ اور یہ ایک مستقل علم ہے جسے علم وراثت یا GENETICS کہا جاتا ہے۔

.....that eventually we will be able to explain in chemical and physical terms many of the puzzling mysteries that still confront us.(13)

اس اعتبار سے ایک خلیہ جیسی ننھی سی چیز جو خالی آنکھ کو نظر بھی نہیں آتی، اپنے اندر اسرار و عجائب کی ایک پوری دنیا رکھتی ہے۔ اور وہ انسان کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔

(10) Norman V. Rothwell, Human Genetics, Prentice-Hall of India, New Delhi, 1978, P. 209.

دوبارہ زندگی کا ظہور کیوں کر ہو گا؟

دنیائے نباتات میں ہم برابر یہ مشاہدہ کرتے چلے آرہے ہیں کہ ہمیشہ بیج سے درخت اُگتا ہے اور درخت پھر سے ویسے ہی بیج پیدا کرتا ہے جو اپنی ہی قسم کے نئے درختوں کو اُگا سکتا ہے۔ اور یہ سلسلہ برابر قائم ہے جس میں کبھی کسی قسم کا ردو بدل نہیں ہو رہا ہے۔ لیکن آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ بیج دراصل ہے کیا؟ ایک ذرا سی غیر جاندار یا ایک بے حس و حرکت چیز، جس میں ایک ملیے چوڑے درخت کی ایک پوری تصویر چھپی رہتی ہے لیکن آپ بیج کا تجزیہ کر کے اس تصویر کی شناخت نہیں کر سکتے اور نہ بتا سکتے ہیں کہ اس کے کن کن اجزا سے کون کون سی چیز خود بخود کس طرح

(11) Ibid., P. 212.

(12) William D. McElroy, Cell Physiology and Biochemistry, Prentice-Hall of India, New Delhi, 1978, P. 12.

برآمد ہو جاتی ہے؟ مختلف خلیے مل کر نہایت درجہ خود کارانہ طریقہ سے کسی ایک عضو کی تشکیل کس طرح کرتے ہیں؟ خود سائنسدان حیران ہیں کہ خلیے اپنا یہ پر اسرار عمل کس طرح کرتے ہیں اور خود کارانہ طریقے سے کسی بھی جسم کے مختلف اعضا کی تشکیل کس طرح کر لیتے ہیں؟ چنانچہ ایک ماہر حیاتیات کرک F.H.C.CRICK دنیائے سائنس کی اس باب میں نارسائیوں کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے۔ ہماری ناواقفیت کا وسیع علاقہ یہ نہیں ہے کہ خلیہ کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ بلکہ یہ ہے کہ خلیوں کے درمیان کیا ہو رہا ہے؟ اس بارے میں ہمارا علم محض جزئی ہے کیونکہ ہمارا موجودہ علم ہمارے مشاہدات کی تشریح کے لئے بالکل ناکافی ہے۔

But by far the largest area of our ignorance is not what happens inside a cell but what happens between the cells. Here our knowledge is fragmentary, 'since what we know is quite inadequate to explain what we see.(14)

غرض ایک ننھے سے بیج میں ایک پوری دنیا آباد ہوتی ہے۔ ابتداءً وہ محض چند خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے جو زمین کی نمی اور حرارت میں نشوونما پا کر بڑھنے لگتا ہے۔ ہر خلیہ خود بخود بڑھتا اور منقسم ہو کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک سے دو، دو سے چار، چار سے آٹھ، اور آٹھ سے سولہ۔ اس طرح ہر چند لمحوں

ہیں ان کی افزائش اور بڑھوتری ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد کروڑوں اور اربوں تک پہنچ جاتی ہے۔ کسی درخت کا ہر حصہ اور انسانی جسم کا ہر عضو (ماں کے پیٹ میں) اسی طرح نشوونما پاتا ہے اور یہ ڈھیر سارے خلیے مل کر نہایت خودکارانہ طریقے سے تمام اعضا کی تشکیل کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک پورا درخت بن کر تیار ہو جاتا ہے۔ اور پھر چند سال بعد وہ "بوڑھا" ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے "بچے" (یعنی وہ بیج جن کو وہ اپنی دورانِ زندگی جنم دے چکا ہوتا ہے) پھر اسی قسم کے نئے درخت پیدا کرنے کے لئے موجود رہتے ہیں۔ اس طرح یہ سلسلہ برابر چلتا رہتا ہے۔

اس موقعہ پر خلاّقیت کا ایک جلوہ یہ ہے کہ درخت جو بیج پیدا کرتے ہیں وہ "مردہ" حالت میں ہوتے ہیں (حیوانات کے بچوں کی طرح زندہ حالت میں نہیں) آپ کسی بیج کو کئی سال تک یونہی رکھ چھوڑیئے اس میں کلّہ نہیں پھوٹتا۔ اور زندگی کی کوئی رمق بھی نمودار نہیں ہوتی۔ مگر آپ اسے کسی مرطوب زمین میں دبا دیجئے، وہ فوراً اس طرح "جاگ" اُٹھے گا گویا کہ وہ اب تک سو رہا تھا۔ چنانچہ اس عمل کے باعث اس کا اندرونی مادۂ حیات (پروٹوپلازم) "حرکت میں آ جاتا ہے۔ اور وہ "مردہ پروٹوپلازم" کے بجائے "زندہ پروٹوپلازم" بن جاتا ہے۔

(13) Ibid, P.2

خلاقیت کے اس مظاہرہ میں ہمارے لئے کئی اسباق موجود ہیں:۔

۱۔ نقاشِ فطرت ایک رتّی سی چیز سے ایک بہت بڑی چیز نکال سکتا ہے۔

۲۔ وہ مردہ عناصر میں جان ڈال کر زندہ اشیاء پیدا کرتا ہے اور زندہ اشیاء سے پھر مردہ چیزیں برآمد کرتا ہے۔

۳۔ جب کوئی جسم بوڑھا ہو کر ختم ہو جاتا ہے تو پھر ایک ننھی سی چیز سے اس کا اعادہ ممکن ہے اور اس وقت ہمارے سامنے نباتات کی مثال موجود ہے۔ جن کے خلیوں کی بناوٹ، اُن کے بنیادی مادہ اور ان کی اندرونی مشنری ہو بہو انسانی خلیوں ہی کی طرح ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نباتات کا اعادہ (دوبارہ ظہور) ہو سکتا ہے تو پھر انسانوں کا کیوں نہیں ہو سکتا؟

الآخرة ان اللہ علی کل شیٔ قدیر ۲۰

کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ کس طرح مخلوق کو پہلی بار (عدم سے) وجود میں لاتا ہے، پھر کس طرح وہ اس فعل کو دہراتا ہے؟ یہ بات اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے۔ کہو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ اس نے مخلوق کو پہلی بار کس طرح پیدا کیا، پھر اللہ (اسی طرح) آخری بار بھی پیدا کرے گا۔ اللہ یقیناً ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (عنکبوت ۱۹-۲۰)

ظاہر ہے کہ عمل تخلیق کو دوہراتے رہنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے۔ اس بارے میں کوئی مشکل ہوئی تو تخلیق اول کے موقع پر ہوتی۔ جب کہ عدم محض سے بغیر کسی سابقہ مثال کے وجود میں لانے کا مرحلہ درپیش تھا لیکن جب پہلی مرتبہ کوئی دشواری پیش نہیں آئی تو پھر دوبارہ ہر مخلوق کا مثنیٰ یا اس کی نقل DUPLICATE تیار کرنے میں کیا دشواری ہوسکتی ہے؟ کوئی کاریگر سب سے پہلے ایک ماڈل تیار کرتا ہے پھر اُس ماڈل کے مطابق اپنی تمام مصنوعات کو یکساں سائز اور یکساں شکل وصورت میں تیار کرنے لگتا ہے ظاہر ہے جو محنت ایک نئے ماڈل کو تیار کرنے میں صرف ہوتی ہے وہ اس کا مثنیٰ بنانے میں صرف نہیں ہوتی۔ اور پھر خداوند عالم بے پایاں قدرت کا مالک ہے تو اسے اس معاملے میں کیا مشکل پیش آسکتی ہے۔

نباتات کی گواہی غرض نباتات ہر اعتبار سے ہمارے سامنے حیاتِ ثانی کا سائنٹیفک ثبوت اور اس کی قطعی شہادت پیش کررہے ہیں۔

ایک خشک اور مُردہ زمین جس میں ہریالی اور سبزی وغیرہ کا نام ونشان بھی نہ ہو۔ بارش ہوتے ہی اس طرح جاگ اٹھتی ہے گویا کہ وہ نیند کی حالت میں تھی۔ ہر طرف رونق اور چہل پہل شروع ہوجاتی ہے زندگی کے ہنگامے گرم ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے سینوں پر رنگوں کا ایک سیلاب نمودار ہوجاتا ہے گویا کہ وہ زندگی کی بہار آفرینیوں سے جھوم اٹھی ہو۔ اس اعتبار سے قرآن کا یہ بیان بڑا اچھوتا سا معلوم ہوتا ہے،

وتری الارض ھامدۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت وانبتت من کلِ زوجٍ بھیج (حج ۵)

اور تو زمین کو بالکل خشک حالت میں دیکھتا ہے مگر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ (اچانک) جھوم اٹھتی اور نمو پانے لگتی ہے اور ہر قسم کے خوشنما ازواج (نر و مادہ پھول پودے) اُگا دیتی ہے۔ (حج: ۵)

بارش ہوتے ہی یہ بکھرے ہوئے اور بے جان عناصر جاگ کیا پڑے زمین میں ایک ہلچل مچ گئی۔ وہی زمین جو پہلے بالکل خشک اور مردہ سی حالت میں تھی زندگی سے بھرپور تبسم سبزیوں سے مچل اٹھی اور رنگ برنگے پودوں اور جھاڑ جھنکاڑوں سے الٹ گئی۔ ہر طرف خوشنما سبزہ زاروں کی چادریں تن گئیں اور حسین جمیل پھولوں اور گل بوٹوں کے دلفریب مناظر آراستہ ہوگئے۔

یہ ہے وہ حیرت انگیز نظارہ جس کو قرآن حیاتِ ثانی یا یوم آخرت کے اثبات میں ایک زبردست دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔

وھو الذی یرسل الریٰح بُشراً بین یدی رحمته ط حتیٰ اذا اقلّت سحاباً ثقالاً سقنٰه لبلدٍ میتٍ فانزلنا به الماء فاخرجنا به من کلِ الثمراتِ ط کذٰلک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون ہ

اور وہی ہے جو بارش سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ہوائیں بھاری بادلوں کو (اپنے کندھوں پر) اٹھا کر لاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی مُردہ شہر (قطعۂ ارض) کی طرف ہانک دیتے ہیں۔ پھر اس سے پانی برساتے ہیں۔ پھر اس پانی سے ہر قسم کے میوے نکال دیتے ہیں۔ اور ہم مُردوں کو بھی (زمین سے دوبارہ) اسی طرح نکالیں گے (یہ مثالیں ہم اس لئے بیان کر رہے ہیں) تاکہ تم اس سے سبق لے سکو (اعراف: ۵۷)

یہ بڑا سائنٹیفک قسم کا بیان ہے۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی محض ایک سادہ سے پانی سے رنگ برنگے اور مختلف شکلوں، ذائقوں اور خاصیتوں سے مزین قسم ہا قسم کے نباتات ہر نئے موسم میں اس طرح نکال کھڑا کرنا کہ ان کے خدوخال اور رنگ و روپ میں ادنیٰ درجہ کی بھی تبدیلی نہ ہو سکے۔ بلکہ ان مختلف قسم کے غذائی مادے اور ان کے اجزاء وعناصر تک ہمیشہ یکساں رہیں۔ یقیناً قدرتِ خداوندی کا ایک زبردست مظاہرہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز بالکل یکساں قسم کے سانچوں میں ڈھل ڈھل کر نکل رہی ہے جس طرح کہ کسی کارخانے میں یکساں قسم کی مصنوعات تیار ہو کر نکلتی ہیں۔ کیا اتنی زبردست قدرت والا خدائے لم یزل قیامت کے موقع پر انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے اور ہو بہو اسی شکل میں نکال کھڑا کرنے سے عاجز و بے بس رہ جائے گا، جس شکل وصورت میں وہ دنیا میں موجود تھے؟

فانظر الیٰ اٰثٰرِ رحمت اللہ کیف یحیی الارض بعد موتھا ط انّ ذٰلک لمحی الموتیٰ وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر ہ

اے مخاطب! تو اللہ کی رحمت (بارش) کی نشانیوں کا نظارہ کر کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مر چکنے کے بعد پھر سے زندہ کر دیتا ہے! یقیناً وہ مُردوں کو بھی اسی طرح زندہ کرے گا وہ ہر چیز پر قادر ہے (روم ۵۰)

واللہ انزل من السماءِ ماءً فاحیا به الارض بعد موتھا ط ان فی ذٰلک لاٰیة لقومٍ یسمعون

اور اللہ نے بادل سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ اس نے زمین کو مر چکنے کے بعد پھر سے زندہ کر دیا یقیناً اس میں (کان کھول کر) سننے والوں کے لئے ایک بڑی نشانی موجود ہے۔ (نحل ۶۵)

انسانی اشکال واجزاء کا اعادہ | نباتات کے اس منصوبہ بند عمل (تفصیل بہ) میں انسان کے لئے دو

اسباق موجود ہیں :-

۱۔ اس نظام کی بدولت حکیم مطلق نے انسان اور دیگر حیوانات کے لئے ایک انوکھے طریقے سے ان کی غذا اور روزی کے ذرائع بہم پہنچا رہا ہے۔

۲۔ اور دوسری طرف انسان کی بے یقینی کو زائل کرنے کے لئے اُسے حیاتِ ثانی کے اثبات کا مشاہدہ کرا رہا ہے۔ چنانچہ موسم خزاں اور موسم بہار دراصل "موت و حیات" کے دو عملی نمونے ہیں۔ جو انسان کی عبرت و بصیرت کے لئے ہر سال برپا کئے جا رہے ہیں تاکہ انسان روزِ جزا اور حشر و نشر کے عقیدہ کو فراموش نہ کرے۔ بلکہ اس کی یاد اس کے ذہن میں ہمیشہ تازہ رہے تاکہ وہ اس عقیدہ کے تقاضوں کے مطابق عمل کر کے یوم آخرت کی تیاری کر سکے۔

غرض انسان کو دنیائے نباتات میں ہر سال "قیامت" کا نظارہ کرایا جا رہا ہے کہ جس طرح نباتات اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ ہر نئے موسم میں جلوہ گر ہو کر اپنی "شخصیت" کی شناخت اور اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح انسانوں کا بھی دوبارہ حشر و نشر عمل میں آسکتا ہے۔ اور وہ بھی اپنی تمام "فردی خصوصیات" کے ساتھ منظرِ عام پر آکر میدانِ حشر میں جمع ہو سکتے ہیں۔ جو اس وقت مُردوں اور ہڈیوں کی شکل میں "اسپور" بن کر ہزاروں سال سے زمین میں دفن ہیں۔ جس وقت خالقِ ارض و سماوات چاہے گا وہ دفعتاً اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور نباتات ہی کے انداز میں دوبارہ زمین سے برآمد ہوں گے۔ اُن کی شکل و صورت، خد و خال اور چہروں مہروں میں رتی برابر بھی رد و بدل نہ ہو سکے گا اور ان کے اجزا و عناصر میں کوئی فرق نہیں آسکے گا جیسا کہ قرآن حکیم میں اس حقیقت پر سے پردہ اس طرح اٹھایا گیا ہے :-

قد علمنا ما تنقص الارض منھم وعندنا کتٰب حفیظ ۝

ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ زمین ان کے (کن کن اجزا کو) کم کرتی ہے۔ اور ہمارے پاس ایک ایسی کتاب ہے جس میں (ان کے تمام احوال و کوائف پوری طرح) محفوظ ہیں (ق۔ ۴)

شکل و صورت اور چہرے مہرے کی تبدیلی تو درکنار کسی انسان کی انگلیوں کے پوروں تک بالکل وہی ہوں گے جو اس کی دنیوی زندگی میں تھے۔ جیسا کہ اس حقیقت کا انکشاف قرآن حکیم میں اس طرح کیا گیا ہے

ایحسب الانسان الن نجمع عظامہ۔ بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں پھر سے اکٹھا نہ کر سکیں گے؟ ہاں ہم تو اس پر قادر ہیں کہ اس کے پور پور تک درست کر دیں۔ (قیامہ ۳،۴)

یہاں پر خصوصیت کے ساتھ انگلیوں کے پوروں کا ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ دنیا میں کسی دو افراد کی انگلیوں کے نشانات یکساں نہیں ہوتے بلکہ ان میں باہم کچھ نہ کچھ فرق و اختلاف رہتا ہے۔ بالفاظ دیگر دنیا میں کسی دو آدمیوں کے چہروں میں مشابہت ہو سکتی ہے۔ دو افراد کا قد یکساں ہو سکتا ہے۔ دو شخصوں کی آواز میں التباس پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ دو افراد کی انگلیوں کے پورے یکساں ہو جائیں[۴۳]

تو یہاں پر یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم قیامت کے دن ہر شخص کو اس کی انگلیوں کے مخصوص نشانات کے ساتھ ــ ہو بہو جس طرح کہ وہ دنیا میں تھے ــ نکال کھڑا کریں گے۔ انگلیوں کے نشانات کسی انسان کی شناخت کے سلسلے میں آخری درجے کی چیز ہے۔ اس اعتبار سے قیامت کے دن جب کسی انسان کی شناخت تک نہیں بدل سکتی تو پھر دوسرے "شناختی امور" کی تبدیلیوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو ثانوی درجے کی چیزیں ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ اس موقع پر یہ بتا رہا ہے کہ کسی انسان کی شناخت سے متعلق کسی بھی چیز کو حشر آخرت کے موقع پر نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ہر انسان کو اس کے پورے "نیچر" سمیت لا کھڑا کیا جائے گا۔

بعض شبہات کا ازالہ | اس موقع پر ایک سائنٹفک قسم کا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حشر و نشر کی یہ تمام تفصیلات اُن مُردوں پر صادق آسکتی ہیں جو زمین میں دفن کئے گئے ہوں۔ مگر اس کے برعکس جب کوئی آدمی پانی میں ڈوب کر مر جاتا ہے یا اسے کوئی مچھلی یا شیر کھا لیتا ہے، یا بعض لوگ اپنے مُردوں کو جلا دیتے ہیں۔ تو ان سب صورتوں میں مذکورۂ بالا اُصول صادق کیسے آسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سائنسی نقطۂ نظر سے کوئی چیز بالکل فنا نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف "مادہ" کی شکل و صورت بدل جاتی ہے۔ اصل چیز کا "جوہر" کسی نہ کسی شکل میں برقرار رہتا ہے۔ مثلاً ایک چیز جب جلائی جاتی ہے تو وہ ہم کو بظاہر فنا ہوتی دکھائی دیتی ہے حالانکہ وہ راکھ کی شکل میں باقی رہتی ہے۔ جدید طبیعات کی رو سے مادہ MATTER توانائی ENERGY میں اور توانائی پھر سے مادہ میں تبدیل کی جاسکتی ہے۔ اس اعتبار سے چیزیں لاکھ اپنا قالب تبدیل کرلیں اصل جوہر باقی رہتا ہے اور اسے جیسے شکل میں چاہے لایا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ پانی کو ہم چاہیں تو برف یا بھاپ میں

[۴۳] چنانچہ مجرموں کی شناخت انہی نشانات کی بدولت ہوتی ہے اور اسی بنا پر پولیس کے تمام محکموں میں مجرموں کا سراغ لگانے کے لئے اس قسم کے نشانات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے جسے "فنگر پرنٹ" ڈیپارٹمنٹ کہا جاتا ہے۔

تبدیل کر سکتے ہیں اور جب چاہیں پھر اسے اپنی شکل میں واپس لا سکتے ہیں۔ بلکہ پانی کے سالموں کو توڑ کر انہیں مفرد عناصر میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں۔ خود سائنسی لیبارٹریوں میں اس قسم کے "جوڑ توڑ" کے باعث نئے نئے "مرکبات" اور نئی نئی اشیاء مصنوعی طور پر بنائی جا رہی ہیں۔

لہٰذا کسی انسان کے منتشر و پراگندہ اجزا، خواہ وہ زمین میں رل مل جائیں یا وسیع و بیکراں سمندروں میں تحلیل ہو جائیں۔ ہواؤں اور خلاؤں کا جزو بن جائیں۔ یا دیگر اجرام سماوی میں جا کر فنا ہو جائیں۔ کسی خونخوار جانور کا لقمہ تر بن جائیں۔ یا گل سڑ کر کوڑا کرکٹ بن جائیں۔ ان سب صورتوں میں خدائے علیم و خبیر اس کے ایک ایک جزو اور ایک ایک سالمہ کو دوبارہ جمع کر کے اپنی اصلی حالت پر واپس لے آئے گا۔ حسب ذیل آیات میں اس ابدی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ

(کوئی بھی چیز اگرچہ) وہ ایک رائی کے دانے برابر ہی کیوں نہ ہو، خواہ کسی چٹان کے اندر ہو یا اجرام سماوی یا زمین میں، اللہ اسے (قیامت کے موقع پر) لاموجود کرے گا یقیناً وہ بڑا ہی باریک بین اور بڑا ہی باخبر ہے۔ (لقمان: ۱۶)

وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِينَ

اور اگر وہ ایک رائی کے دانے برابر بھی وزن دار ہو (جیسے ایک جوہر یا عنصر) تو ہم اسے حاضر کر دیں گے اور ہم کافی اچھا حساب کرنے والے ہیں۔ (انبیاء: ۴۷)

(جاری ہے)

خطباتِ حق نواز شہیدؒ

امیر عزیمت پاسبانِ ناموسِ صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی ۱۵ تاریخ ساز تقریریں

قیمت ۱۰۰ روپے

چھپ کر مارکیٹ میں آ گئی ہے۔ فوراً کتاب حاصل کرنے کیلئے لکھیں۔ تاجر حضرات کیلئے خصوصی رعایت

مولانا ضیاء القاسمی نے پیش لفظ لکھا ہے۔ یہ کتاب ہر سنی مسلمان کے پاس ہونی چاہیے۔

ناشر: مکتبہ قاسمیہ ۱۴ اے غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

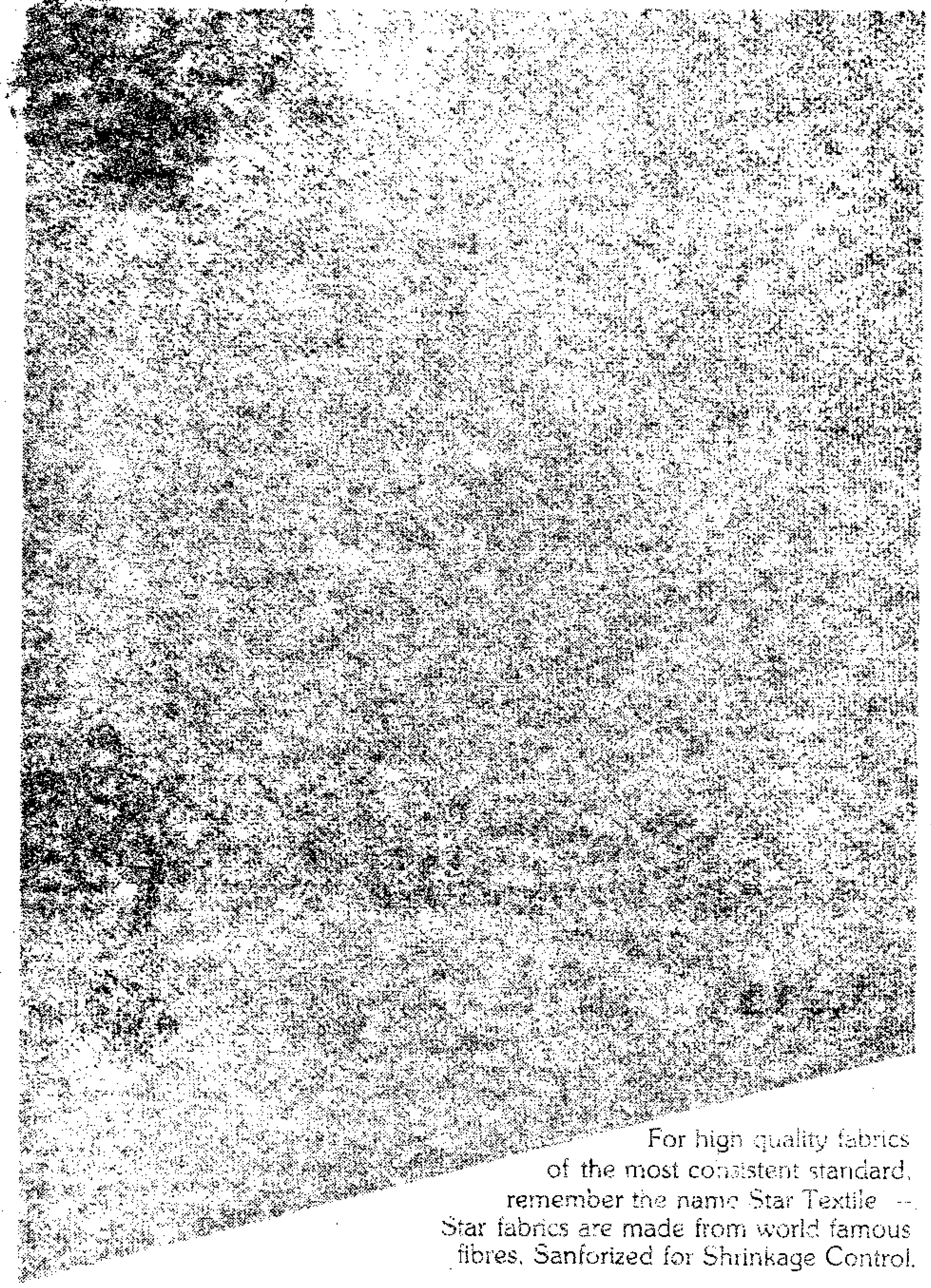

WE'VE DEVELOPED FABRICS WITH SUCH LASTING QUALITY AND STYLE THAT THERES ONLY ONE WORD FOR IT

— Star

For high quality fabrics of the most consistent standard, remember the name Star Textile — Star fabrics are made from world famous fibres, Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting and shalwar qameez suits, look for the colour of your choice in Star's magnificent Shangrila, Robin, Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality, check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.

PRODUCT

SANFORIZED

REGISTERED TRADE MARK

THE ESSENCE OF STYLE AND TOTAL COMFORT!

Textile Mills Limited Karachi

P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000